ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

حسرت موہانی کی غزل میں محبوب کا تصور

BELOVED IMAGINATION IN HASRAT MOHANI'S GHAZAL

*ڈاکٹر عظمی نور

راولپنڈی

**ارباب خان

ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

***احتشام الحق

شعبہ اردو یونیورسٹی آف صوابی

ABSTRACT

The greatest achievement of his ghazal of Hasrat Mohani is that at the time when there were talks of cutting the neck of ghazal and Urdu Natam was increasing its influence in the field of poetry. Hasrat,s ghazal gave new energy to Urdu. Thus, the ghazal could stand against the poem. As far as Hasrat Mohani's getting favors from the teachers of the two primary schools i.e. Delhi and Lucknow is concerned, he has many poems in which the virtues of the Delhi primary school seem to show themselves and there are also many poems which The characteristics of Lucknow Dabistan seem to be felt in me, but it should be remembered that this is only in the context of his love poetry.

Key Words: *Hasrat Mohani , Urdu Ghazal , primary schools i.e. Delhi and Lucknow , Dabistan*

فضل الحسن تخلص، قصبہ موہان ضلع اناؤ(یو-پی) میں تولد ہونے کی وجہ سے حسرت موہانی کہلاتے تھے۔ ان کی تاریخ ولادت میں خاصے اختلافات ہیں۔1875ء سے 1881ء تک کے سنین مختلف مآخذ میں درج ہیں۔ڈاکٹر احمد لاری نے بحث کے بعد 1881ء کو ترجیح دی ہے۔ حسرت نے پہلے مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی پھر سکول کی تعلیم کی طرف رجوع کیا اور ہر امتحان میں نُمایاں کامیابی حاصل کرتے رہے۔1903ء میں علی گڑھ سے فرسٹ ڈویژن میں بی اے کیا۔ طالب علمی کے زمانے سے تحریک آزادی میں حصہ لینا شروع کیا۔ چند سال کانگریس میں رہے لیکن نہرو پورٹ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے مستعفی ہوگئے اور پھر مسلم لیگ میں سالہا سال شامل رہے۔ اگرچہ اس جماعت کی پالیسی سے بھی پوری طرح متفق نہ رہے۔

متعدد بار قید و بند کے مصائب برداشت کیے اور جیل میں ان سے چکی تھی۔ پسوائی جاتی تھی لیکن ہمیشہ انگریزوں کے خلاف تحریکوں میں پیش پیش رہے۔ حسرت نے تیرہ(13)بارحج کرنے کا شرف حاصل کیا۔1946ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے ۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت میں رہے۔ 13 مئی 1951ء کو لکھنو میں انتقال کیا۔ حسرت نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کے باوجود ادب اور صحافت میں اپنے دائمی نقوش چھوڑے ہیں۔ اوسط صخامت کا ایک مجموعہ "کلیاتِ حسرت موہانی" ان سے یادگار ہے جو بارہ دواوین ور دو ضمیموں پر مشتمل ہے اور مکمل شکل میں ان کی وفات کے بعد نفیس اکیڈمی، لاہور سے 1957ء میں شائع ہوا۔ "نکاتِ سخن" تنقیدی کتاب ہے جو فنِ شعر کے بارے میں ہے اور اس میں محاسن و معائب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حسرت کا ایک بہت اہم کام "انتخابِ سخن" ہے۔ یہ گیارہ جلدوں میں اُردو غزل کا ایک مفصل انتخاب ہے۔ جو دلی سے شروع ہو کر معاصر غزل گو شعرا تک محیط ہے۔ اس میں ایسے شعرا بھی ہیں جن کا کلام نایاب ہے۔

نثر میں بھی ان سے چند کتابیں یادگار ہیں۔ اکثر ناقدین کا خیال ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز سے صنفِ نظم کے فروغ پانے سے غزل کی طرف توجہ کم ہوگئی تھی۔ جن شعرا کی وجہ سے غزل کو فروغ حاصل ہوا ان میں حسرت موہانی نمایاں مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری کے تین

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

نمایاں رُجحانات میں سے پہلا عارفانہ رنگ ہے جس میں تصوف کے اسرار و رموز کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ دوسرا رنگ سیاسی ہے جس میں انگریزوں کے خلاف بھرپور مزاحمتی رویہ نظر آتا ہے اور تیسرا رنگ عاشقانہ ہے، جس میں معاملات حسن و عشق کو نئے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ ہمارا موضوع چونکہ حسرت کی عاشقانہ غزل ہے لہٰذا ہماری زیادہ توجہ اس پر اور اس کے مندرجات پر ہو گی۔ حسن و عشق کے موضوع پر بات کرتے ہوئے ہمیں یہ ذہن میں رکھنا ہو گا کہ حسرت نے بہت سے قدیم اساتذہ سے بھی فیض حاصل کیا ہے۔ جس کا اعتراف بھی برملا انہوں نے کیا ہے۔

اس حوالے سے ان کے دو شعر دیکھیں:

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اُٹھایا ہے ہر اُستاد سے فیض(1)

طرزِ مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں(2)

اس کے علاوہ انہوں نے استاتذہ دہلی کے ساتھ ساتھ طرزِ لکھنوی سے بھی کچھ خصوصیات اخذ کی ہیں۔

ہے زبان لکھنو میں رنگِ دلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہوا (3)

اس کے پیشِ نظر بعض نقادوں کا خیال ہے کہ حسرت بھی مصحفی کی طرح مختلف اساتذہ سے فیض اُٹھاتے رہے لیکن انکا اپنا مخصوص رنگ بیدار نہ ہو سکا۔ نہ بات کسی حد تک درست ہے لیکن مکمل درست نہیں مانی جاسکتی۔ بجا کہ حسرت کی غزل کا خاصا بڑا حصہ عشق کی صدائے بازگشت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس کی بنیادی وجہ یہ ہے حسرت نے بہت کم غزل کے معروف ذخیرہ الفاظ سے انحراف کیا ہے۔ اس لیے ان کے بارے میں پہلا تاثر یہی ہے کہ وہ انہی خیالات کی تکرار کرتے ہیں جو اساتذہ قبل از کر چکے ہیں مگر ہمارے لیے یہ جاننا بھی از حد ضروری ہے کہ حسرت نے عشق، عاشقی کے مضامین میں جہاں اساتذہ سے فیض حاصل کیا ہے وہاں غزل پر اپنے انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔

ان کی عاشقانہ غزل کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس وقت جب کہ غزل کی گردن کاٹنے کی باتیں ہو رہی تھیں اور اُردو نظم شاعری کے میدان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہی تھی۔ حسرت کی غزل نے اُردو کو نئی توانائی دی۔ یوں غزل، نظم کے مقابل ٹھہر سکی۔

جہاں تک بات ہے حسرت موہانی کے دونوں دبستانوں یعنی دہلی اور لکھنو کے اساتذہ سے فیض حاصل کرنے کی تو ان کے ہاں بہت سے اشعار ایسے ہیں جن میں دہلوی دبستان کی خوبیاں اپنا آپ دکھاتی نظر آتی ہیں اور بہت سے ایسے اشعار بھی ہیں جن میں لکھنوی دبستان کی خصوصیات اپنا احساس دلاتی نظر آتی ہیں لیکن یاد رہے کہ ایسا صرف ان کی عاشقانہ شاعری کے ضمن میں ہے۔

دہلوی دبستان کی نمائندگی کرنے والے چند اشعار ملاحظہ کریں:

وہ آئینے میں دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے(4)

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

بعد مدت کے ملے تو شرم مجھ سے کس لیے
تم نشے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا(5)

اس حلیہ جو نے وصل کی شب ہم سے روٹھ کر
نیرنگِ روزگار کا عالم دکھا دیا(6)

خود بخود بوئے بار پھیل گئی
کوئی قسمت کئی صبا نہ ہوا(7)

گل گوں نہ ہوئیں اشک ندامت سے وہ آنکھیں
بے صرفہ ہوا خون شہیدانِ تمنا(8)

اب ذیل میں کچھ ایسے اشعار دیے جارہے ہیں جو کچھ لکھنوی دبستان کے رنگ کی نمائندگی کرتے ہیں:

یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ساعد سیمیں کو کھلا دیکھا ہے(9)

شوق کی بے تابیاں حد سے گزر جانے لگیں
وصل کی نسب واں جو بند قبا ہونے لگا(10)

اللہ رے جسم یار کی خوبی کو خود بخود
رنگینوں میں ڈوب گیا پیراہن تمام(11)

دن کو ہم ان سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے
رسم پابندی اوقات چلی جاتی ہے(12)

یہ اور اس طرح کے چند اور اشعار جو سراپانگاری اور خارجیت کے حامل ہیں، یہی لکھنو کا خاص رنگ ہیں۔ اگرچہ بنظر طائر دیکھنے سے لگتا ہے کہ حسرت کے ہاں اپنا صریح رنگ کوئی نہیں لیکن ان کے ہاں بعض اشعار میں جو واقعیت ہے وہ ان کا انفرادی رنگ بھی ظاہر کرتی ہے اور ان کی غزلیہ شاعری کو محض حقیقت نگاری سے آگے لے جاتی ہے:

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر
وہ بولے کہ اس کی اجازت نہیں ہے(13)

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

سر کہیں ، بال کہیں ، ہاتھ کہیں ، پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھ[14]

رونق پیراہن ہوئی خوبی جسمِ نازنیں
اور بھی شوخ رنگ ترے لباس کا[15]

مجوبی سواں سے اس چشم ناز میں
منظور یوں کا رنگ عیاں ہے ہے حیا کے بعد[16]

حسن بے پروا کو خودبین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہار تمنا کر دیا[17]

حسرت موہانی کی خالصتاً عشقیہ شاعری کے بارے میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا یوں رقمطراز ہیں:

"حسرت موہانی کی عشقیہ شاعری کا بہترین نمونہ ان کی وہ غزلیں ہیں جن میں واقعاتی تسلسل کے ساتھ ساتھ احساساتی تسلسل بیدار ہوگیا ہے"[18]

حسرت کی خالصتاً عشقیہ شاعری کے حوالے سے چند اشعار بطورِ نمونہ دیے جاتے ہیں:

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے[19]

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام[20]

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک الفت پر وہ کیوں کر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑ اے ہم نشیں کیفیت صہبا کے افسانے
شراب بے خودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں
نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں[21]

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے[22]

توڑ کر عہد کرم نا آشنا ہو جایئے
بندہ پرور جایئے اچھا خفا ہو جایئے[23]

حسرت کی شاعری کے بارے میں آل احمد سرور یوں رقم طراز ہیں:

"عشق ہی ان کی عبادت ہے، عشق کی راحت اور فراغت کا یہ تصور ان کا نیاہے اور یہ تصور ہی حسرت کو نیا اور زمانے کا ایک فرد ثابت کر سکتا ہے۔"[24]

حسرت موہانی نے چونکہ خود اپنے کلام کو تین دائروں میں بانٹ دیا ہے۔ متصوفانہ، عاشقانہ اور فلسفانہ۔ بہت سارے ناقدین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حسرت کے ہاں تصوف کے مضامین اس روایت میں خاص اضافہ نہیں کر سکے فلسفیانہ اور عاشقانہ مضامین کا پلڑا ابھاری ہے۔ لہٰذا بہت سارے ناقدین نے ان کی شاعری کے اس رجحان کو ہی غالب درجے پر اکھٹا کیا ہے۔

فراق گورکھ پوری ان کی شاعری کے عشقیہ رجحان پر لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"حسرت کے اشعار بیان حسن و عشق میں صاف مصحفی کی یاد دلاتے ہیں۔ معاملہ بندی اور ادابندی میں جراءت کی یاد دلاتے ہیں۔ اور داخلی اور نفسیاتی اور ان کی طرف اشارہ کرنے میں عموماً نئی فارسی ترکیبوں کے ذریعے مومن کی یاد دلاتے ہیں۔ لیکن حسرت کی شاعری محض مصحفی، جراءت اور مومن کی آواز کی بازگشت نہیں ہے۔ وہ ان تینوں کے انداز بیان وحدان اور ان کے فنِ شاعری کی انتہا و تکمیل ہیں۔ حسرت کی غزل میں ایک ذہنی گدگدی، ایک داخلی چھیڑ چھاڑ، ایک حسن چنچل کی عکاسی نظر آتی ہے۔ حسرت کی شاعری کا میدان ان معنوں میں محدود ہے کہ وہ جذبات حسن و عشق ہی سے سروکار رکھتے ہیں۔ ان کا دل ایک شاعر کا دل ہے اور ان کی شاعری کا صرف اور صرف محبت ہے۔"(25)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حسرت کو اُردو غزل میں جو نمایاں مقام و مرتبہ حاصل ہے یہ ان کی شاعری میں جذبہ عشق ہی کی بدولت ہے۔ عشق کائنات کا ایسا جذبہ ہے جس کو فنا نہیں ہے یہ ہمیشہ نت بڑے انداز میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ عشق ایک لفظ بھی ہے اور جذبہ بھی۔ یہ ایک ہی لفظ صدیوں سے ادا ہو رہا ہے مگر اس کی خوبصورتی اور عنائی میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا۔ یہی لفظ اور جذبہ حسرت موہانی کی شاعری کا بنیادی موضوع اور محور ہے۔

بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بے تابیاں
ہم سمجھتے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا[26]

باہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق
تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے[27]

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

حقیقت کھل گئی حسرت تیرے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں[28]

ڈاکٹر وقار احمد رضوی حسرت کی عاشقانہ غزل کے بارے میں رائے دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

"حسرت نے اُردو غزل کا احیا کیا۔ ان کی شاعری عاشقانہ ہے۔ ان کا عشق بو لہوی نہیں بلکہ ان کا عشق بستیوں سے بلند بالا ہے۔ حسرت نے اپنے تغزل کی فسوں کاری سے اُردو غزل کے دھارے کا رُخ موڑا اور غزل کو جذبہ ماحول، ذات، حیات کے مسائل سے ہمکنار کیا۔ حسرت نے اُردو شاعر کو عشق کا لطفِ مفہوم سمجھایا اور اس کو آدابِ عاشقی اور تہذیب و شائستگی سے وابستہ کیا۔"[29]

آدابِ عاشقی کے بارے میں ان کی غزل سے چند اشعار کی مثالیں دیکھیں:

یہ بھی آدابِ محبت نے گوارانہ کیا
ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی[30]

رونق پیراہن ہوئی خوبی جسم نازنیں
اور بھی شوخ ہو گیا رنگ ترے لباس کا[31]

ہر وضع دلفریب ہے ہر رنگ دل پذیر
کیا بات ہے کسی کے تنِ جامد زیب کی[32]

مذہب عشق ہے آتشِ حُسن
ہم نہیں جانتے ثواب و عذاب[33]

کلام حسرت کو دوسرے شاعروں سے ممتاز کرنے والی ایک صفت یہ بھی ہے کہ حسرت عشق وعاشقی کے ترجمان نہیں بلکہ وہ عشق وعاشقی کے فلسفی بھی ہیں اور عاشقی کے ذوق کے بارے میں بھی ہمیں بعض افکار دیتے ہیں۔ حسرت کی عشقیہ شاعری ایک قدرتی شعار رکھتی ہے۔ جو قاری کے لیے راحت اور فراغت کا سبب بنتی ہے۔ قاری کے دل کو گداز، دردمندی کی دولت سے آشنائی کرتی ہے۔ یہ ان کے لیے راہ فراز ہیں بلکہ اسی وجہ سے انسان زندگی کی دوسری ذمہ داریوں سے عہدہ بر آہونے کے قابل ہوتا ہے:

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا[34]

حسرتؔ بہت بلند ہے مرتبہ عشق
تجھ کو تو مفت لوگوں نے بدنام کر دیا[35]

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

حسن کی مصوری اور جزئیات کی مصوری میں حسرت کی بعض غزلیں لکھنویت کے قریب آ جاتی ہیں۔ مگر یہ جزئیات بھی ایک حقیقی عنصر کی وجہ سے پورے نقش کو گہرا کرتی ہے۔ مثلاً

اک مرقع ہے حسن و شوخ ترا
کشمکش یائے نوجوانی کا[36]

حسرت موہانی نے مسلسل عشقیہ غزلیں بھی لکھی ہیں اور ان کے ہاں عام طور پر پوری غزل پڑھنے کو بعد ہی ان کے اشعار سے لطف اُٹھایا جا سکتا ہے۔ جو کیفیت پہلے شعر میں ملتی ہے اسی کی تشریح کے لیے باقی شعر کہے گئے ہیں۔ مثلاً ان کی چند مسلسل غزلوں کے پہلے اشعار ملاحظہ ہوں:

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے[37]

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن وہ برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک الفت پروہ کیوں کر یاد آتے ہیں[38]

توڑ کر عہد و کرم نا آشنا ہو جایئے
بندہ پرور جایئے ، اچھا خفا ہو جایئے[39]

حسرت کی عاشقانہ غزلیں پڑھ کر جہاں نئے ذائقے کا احساس ہوتا ہے۔ وہاں خیال کی وحدت بھی قاری کو خوش آمدید کہنے کے لیے آموجود ہوتی ہے۔ حسرت کی عاشقانہ شاعری میں ہمیں سلگتے جذبات ملتے ہیں لیکن وہ سطحی جذبات کی نمائندگی نہیں کرتے۔ انہی عاشقانہ غزلوں میں وہ محبوب کو عمدہ طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں محبوب کا تصور میں کسی خیالی محبوب یا امرد محبوب کا حصہ نہیں ہے بلکہ ایک حیادار مشرقی عورت کا تصور اُبھرتا ہے۔ حسرت نے متفرق اشعار میں اور بعض غزلوں میں مثالی محبوب کے ایسے دلکش مرقع پیش کیے ہیں، کہ اُردو غزل میں اور کہیں مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کی جیتی جاگتی تصویریں اور کیفیات کا نقشہ پیش کرتے یں۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا[40]

ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں ہے نشان لڑائی کی[41]

وہ ٹوکا بزم غیر میں آتے ہوئے انہیں
کہتے بنا نہ کچھ وہ فر کھا کے رہ گئے[42]

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

حسرت کا محبوب متقدمین کے محبوب کی طرح محض ایک تخیلی پر چھائی نہیں بلکہ وہ ایک جیتا جاگتا کردار معلوم ہوتا ہے۔ حسرت کا محبوب داغ دہلوی کے محبوب کی طرح طوائف بھی نہیں ہے۔ حسرت کا محبوب وضع دار ہے اور عام انسانی جذبات رکھتا ہے۔

چند اشعار دیکھیں:

لایا ہے دل پہ کتنی خرابی
اے یار ترا حسن شرابی

پیراہن اس کا سادہ و رنگین
یا عکس شے سے شیشہ گلابی [43]

حسرت کے یہاں محبوب اور محبت کے درمیان کوئی تیسرا شخص حائل نہیں ہے۔ ان کے ہاں رقیب کا تصور ناپید ہے بلکہ وہ عشق صادق ہیں اور اسے عشق میں اتنے مگن ہیں کہ کسی تیسرے بندے کا تصور بھی محال ہے۔

عاشقانہ شاعری میں معاملہ بندی کا در آنا بھی فطری سی بات ہے۔ حسرت کے ہاں بھی مومن کی طرح معاملہ بندی کے موضوعات آتے ہیں۔ اُن کے ہاں معاملہ بندی میں بھی کامیابی اور سرشاری کی کیفیت نظر آتی ہے۔ وہ دیوانہ وار اپنی کامیاب محبت کے گیت گاتے ہیں اور لوگوں کو اپنے کامیاب تجربے سے آگاہ کرتے ہیں:

چند ایک اشعار دیکھیے:

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
بار بار اُٹھنا اسی جانب نگاہ شوق کا
اور تیرا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے [44]

بزم اغیار میں ہر چندوہ بیگانہ ہے
ہاتھ آہستہ سے مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا [45]

حسرت موہانی نے بہت سادہ اور آسان زبان میں معاملات حسن و عشق کو بیان کیا ہے ان کے ہاں نہیں بھی کوئی ثقافت نظر نہیں آتی ان کے اشعار سنتے ہی دل میں اتر جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے زبان لکھنو میں رنگ دہلی کی نمود کی ہے۔ زبان کی سادگی کے علاوہ ان کی شاعری میں خلوص اور سچائی ہے۔

مثلاً

سہل کتنا ہوں ممتنع حسرت
نغز گوئی مرا شعار نہیں [46]

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی جو دل میں اتر جائیں [47]

رکھتے ہیں عاشقاں حسن سخن
لکھنوی سے نہ دلی سے غرض[48]

حسرت موہانی کی عاشقانہ شاعری کا لہجہ بہت صحت مندانہ ہے۔ ان کے غزلیہ لہجے میں خلوص اور صداقت کی پرچھائیاں موجود ہیں۔ مثلاً:

اس شوخ کو رسوا نہ کیا ہے نہ کریں گے
ہم نے کبھی ایسا نہ کیا ہے نہ کریں گے[49]

نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں[50]

حسرت موہانی کی ساری شاعری عشق و محبت کے معاملات کے گرد گھومتی ہے۔ ان کی شاعری میں محبوب کی نفسیات اور حُسن وخوبی کی عکاسی بہت خوبصورت طریقے سے ہوتی ہے۔ ان کی شاعری میں حسن نسوانی کے عناصر بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً:

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے شوخ کو محبوبِ حیا دیکھا ہے
یار بھی دل کو نہیں صبر و سکون کی صورت
جب سے اس ساعد سمیں کو کھلا دیکھا ہے[51]

حسن وعشق کے بیان میں تغزل در آنا فطری بات ہے۔ حسرت موہانی کی ان غزلوں میں، جن میں معاملات حسن وعشق کا بیان ہوا ہے، غزل میں تغزلیہ طرزِ اظہار نے جگہ پالی ہے۔

تیری محفل سے اُٹھاتا مجھ کو غیر کیا مجال
دیکھا تھا کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا
بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بے تابیاں
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا[52]

اک مرقع ہے حسن شوخ ترا
کشمکش ہائے نوجوانی کی[53]

غزلیہ شاعری، چونکہ اپنی تعمیر و ترکیب کے اعتبار سے نہایت خوشگوار امتزاج کی متقاضی ہے۔ لفظ و معنی کا حسین و لطیف پیوند جذبے کی سچائی اور غنائی کیفیت خونِ جگر اور لطف نظر کا امتزاج ایک خاص قسم کی نغمگی اور موسیقیت، یہ سب اعلیٰ غزل کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اُردو غزل نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی ہے جب کہ وہ عشق و محبت کی داستان سنانے کے لیے مجبور تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج اُردو غزل اپنے جلوں میں اتنی وسعت رکھتی ہے جتنی وسعت کائنات خود اپنے اندر رکھتی ہے۔ غزل اپنی رنگین، ی مٹھاس اور اپنے البیلے پن کو سب ہمیشہ ہی سے ہر دل عزیز رہی ہے۔ اُردو غزل شاعری کی آبرو ہی نہیں بلکہ اُردو زبان کی رُوح بھی ہے بلکہ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ:

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

"اگر غزل ہے تو اُردو ہے اور غزل نہیں تو اُردو نہیں۔"

تاریخ ادب اُردو میں لکھنویت اور دہلویت کا فرق تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ لکھنو میں خارجیت کے بجائے سوز و گداز اور داخلیت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ حسرت موہانی نے اس فضا کو بدل کر اُردو غزل کو تغزل کے صحیح رنگ سے آشنا کیا۔ سچے جزبات کو غزل کی زبان میں بغیر کسی تکلف اور تصنع کے ادا کیا۔

فراق گورکھپوری کے خیال میں:

"حسرت کی جنسی شاعری میں ایک تقدس اور طہارت ہے جس کی مثال اور شاعری میں سب کم ملتی ہے۔"(54)

حسرت نے اُردو غزل کی حزینہ لے کو بدلا اور غزل کے اشعار کو ریفانہ غم پرستی سے بچایا۔ انہوں نے فطری جذبات کا اظہار ایک نشاطیہ انداز میں کیا۔ ان کے یہاں حسن و عشق کا تصور روایتی اور فرسودہ نہیں ہے۔ حسرت کی زبان بلاشبہ لکھنو کی سیاسی زبان ہے۔ اور اُن کا تغزل دلی کا سچا تغزل ہے۔ خود انہیں بھی اس بات کا احساس تھا۔ مثلاً خود کہتے ہیں:

ہے زبان لکھنو میں رنگ دہلی کی نمود
مجھ سے حسرت روشن نام شاعری کا ہو گیا(55)

پروفیسر حامد حسن قادری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"حسرت کے کلام صحیح تغزل جو دہلی کا اصل طرزِ خوش و شوق، لطافتِ بیان، جدتِ بیان، سب کچھ نہایت دلکشی اور موثر شکل میں موجود ہے۔"(56)

بیسویں صدی میں جب غزل کے جدید رنگ کا آغاز ہوا تو جن شعرا نے غزل کو لطافت بلندی اور صحیح تغزل سے آشنا کای ان میں حسرت کا نام سر فہرست ہے۔

حسرت نے اپنے اشعار میں مومن و نسیم کے چراغ سے چراغ جلانے کی کوشش بھی کی۔ اس طرز سے اُردو غزل میں بھی ایک ایسی تحریک کی ابتدا ہوئی جو عبادت بریلوی کے الفاظ میں:

"انگریزی کی رومانی تحریک کے بڑی حد تک مماثلت رکھتی ہے۔ اُردو میں اس کے سرخیل حسرت موہانی نظر آتے ہیں۔"(57)

حسرت کے ساتھ جو عشقیہ تصور غزل میں داخل ہوا وہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ صحت مند حقیقی اور صالح تھا۔ حسرت نے عشقیہ شاعری کے لوگوں میں تازہ اور توانا خود دوڑایا جس کے فیض سے غزل کے انداز ایک توازن ارضیت کی ابتدا ہوئی۔ حسرت نے پہلے عشق کے تصور میں صالحیت اور تعمیری عناصر خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ حسرت کی شاعری میں عشق کی سپردگی، والہانہ پن اور جگمگاہٹیں ہیں۔ جو ان کے ارتقائے خیال اور پاکیزگی ذہن کی غمازی کرتی ہیں۔ ان کے لباں عاشقی ایک صحیفہ یا معیارِ اخلاق کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ وضع یا رسالہ عشق ہالیات کے قائل تھے۔ ان کی مذکورہ بالا خصوصیات کی وجہ سے ہی آلِ احمد سرور نے یہ کہا ہے:

"اُردو غزل کی نئ نسل کی ابتدا حسرت سے ہوئی حسرت اُردو غزل کی تاریخ میں جدید و قدیم کے درمیان ایک عبوری حیثیت رکھتے ہیں۔"(58)

حسرت موہانی کا فلسفہ عشق باوقار اور مہذب تھا جس میں وضع داری، رکھ رکھاؤ اور تہذیب اخلاق کے دائرے مقرر تھے۔ وہ محبوب کے وفا اور عشق کے احترام کو ہر قیمت پر ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے کلام میں عشق و حسن کی رعنائی بڑی وفا اور تمکنت کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے ان کے دو اشعار دیکھیے:

دیارِ شوق میں ماتم بپا ہے مرگِ حسرت کا
وہ وضع پارسا اس کی وہ عشق پاک باز اس کا[59]

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوہ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا[60]

حسرت نے نئی اور مہذب روایات کی بنیاد ڈالی جو آج تک اُردو شاعری کا وقار بلند کر رہی ہے۔ مطالعہ کلام کے بعد قاری کے ظاہر و باطن میں ایک نیا شعور اور نیا فکر جاگتا ہے۔اس حوالے سے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

قوتِ عشق بھی کیا شے ہے کہ ہو کر مایوس
جب کبھی گرنے لگا ہوں تو سنبھالا ہے مجھے[61]

دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا ایام زاد
ترے جنوں کا خدا یہ سلسلہ دراز کرے[62]

نیاز فتح پوری حسرت کی شاعری کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"حسرت کی غزل سرائی عشق و محبت کی قلبی وارداتوں اور اس کی جادوائی کیفیتوں کی داستان ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس داستان کے ہیرو ہیں۔"[63]

حسرت نے انسانی محبت کی حقیقی ترجمانی کی ہے۔انہوں نے عشق و حسن کا بیان بڑے جذباتی انداز میں کیا ہے۔وہ بہت شائستگی سے محبت کے جذبوں کا اظہار کرتے ہیں۔جذبات کا یہ اظہار اپنائیت اور وضع داری سے بھرپور ہوتا ہے:

دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لیے
وہ تیرا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو
پھیلنے جانے ہیں رخ یار میں سارے گیسو
مائل بہ شوق مجھے پا کے وہ بولے نہیں کر
دیکھو جو تم نے چھوئے آج ہمارے گیسو[64]

حسرت حسن کو سراہتے ہوں یا عشق کو بتاتے ہوں۔ہر لحہ حقیقت بیان کرتے ہیں اور تصنع بناوٹ یا تکلف کا سہارا نہیں لیتے۔ان کا بیان کردہ عشق اسی طرز کا ہوتا ہے جس کا تجربہ عام زندگی میں ہو سکتا ہے۔اس لیے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے لکھا ہے:

"حسرت نے نہایت صاف ستھرا جمالیاتی ذوق رکھتے ہیں۔جس کا اثر ان کی شاعری پر بہت ہے۔"[65]

اس حوالے سے ان کے دو اشعار ملاحظہ کریں:

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے [66]

کہتے اہل جہاں درد محبت جس کو
نام اس کا دل مضطر نے دوا رکھا ہے [67]

حسرت کی شاعری میں بلند فکری، گہرائی، اعلیٰ شعور اخلاقی قدریں، عام مشاہدات، اعلیٰ شعور، عام مسائلات اور تجربات بڑے شائستہ اور جدت طراز رنگ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی غزل خالص زمینی ہے۔ اس لیے ہر دم تازی اور جواں نظر آتی ہے۔ حسرت نے نہ محبوب کی جوانی کی باتیں کی ہیں نہ اس کے دام کی، نہ چیرہ دستی کی اور نہ آنسو پینے کی۔ بلکہ انہوں نے ایک جدید اور نئے دبستان کی بنیاد رکھی ہے۔ اس حوالے سے رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"اردو کا کوئی شاعر ایسا نظر نہیں آتا جس کا محبوب اور جس کی عشق دوزی اتنی جانی پہچانی، اتنی شائشتہ اور اتنی نارال ہو جتنی حسرت موہانی کی ہے۔"[68]

اس حوالے سے ان کا ایک شعر دیکھیے:

بے انتہائے پاس بھی اک ابتدائے شوق
پھر آ گئے دل پہ جلے تھے جہاں سے ہم [69]

حسرت کے نگار خانہ غزل میں کئی اساتذہ کی تصویریں نظر آتی ہیں لیکن اس نگار خانہ کی مجموعی بہار اور فن اپنا ایک الگ حسن رکھتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حسرت چونکہ ایک باہوش فنکار تھے ان کو اس بات کا ادراک تھا کہ اگر وہ کوئی نیا رنگ پیدا نہ کرسکتے تو ان کی مثال اس چیونٹی جیسی ہوگی جس پر ہاتھی کا پاؤں آ گیا ہو، لہٰذا حسرت موہانی نے اپنی شاعرانہ انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لیے اپنا ایک نیا اور جدید رنگ پیدا کیا جو خاص طور پر حسرت کی شاعری سے وابستہ ہے۔ اس حوالے سے ان کے ذیل میں کچھ اشعار دیکھیں:

دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے
اُمیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تیری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے
جنوں کا نام خرد پڑ گیا فرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے [70]

اہل دل سنتے ہیں ایک ساز محبت کی نوا
جب تری یاد میں ہم نغمہ سرا ہوتے ہیں [71]

ان کے رنگ میں جو آراستگی اور شائستگی ہے ان کی مثال صدیوں کے تہذیبی ارتقا کی نے کی ہے۔ ان کی غزلوں میں مشرقی تصور محبوب کے ڈھانچے میں ان کا محبت کی تصویریں ہیں۔ روایتی محبوب کے پردے میں خود ان کا اپنا محبوب ہے۔ جو کہ باوفا ہے اور حسرت اس سے وفا کرتے ہیں۔ ناز و ادا غمزہ و عشوہ سے گھائل بھی ہوتے ہیں۔ اس کی اداؤں سے لطف بھی لیتے ہیں۔

اس حوالے سے ایم۔حبیب خان لکھتے ہیں:

"ان کی شاعری میں ایسے محبوب کا تصور ہے جس کا حسن الفاظ کی ضمن سے بڑا جھلکتا ہے۔ ان کے تجربات میں عشق ہی سنی سنائی یا کتابی باتوں کی جگہ ذاتی تجربات کے نقوش ہیں۔"(72)

اس حوالے سے ان کے اشعار سے چند مثالیں دیکھیں:

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا(73)

کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
ان سے مل کر بھی نہ اظہار تمنا کر دیا(74)

حسرت موہانی نے عام طور پر عاشقانہ غزلوں کے لیے بحروں کو چنا ہے۔ لیکن جہاں انہوں نے چھوٹی بحر کو استعال کیا ہے۔ بال ان کی شاعری کی جامعیت اور اعجاز زیادہ واضح ہو گیا ہے۔ وہ چھوٹی بحر میں بھی معاملات حسن و عشق کے موضوع کو خوبی سے نبھا دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

یہ بھی ایک چھیڑ ہے کہ قدرت نے
تم کو خودبیں ، ہمیں غیور کیا(75)

تری یاد بے اختیار آ رہی ہے
تمنا کی فصل بہار آ رہی ہے(76)

طلب لذت آزاد سے کچھ بھی نہ ہوا
اس جفا پیشہ ستم گار سے کچھ بھی نہ ہوا(77)

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبور حیا دیکھا ہے(78)

فکری حوالے سے دیکھا جائے تو حسرت نے اپنی غزل میں جذبہ عشق کو فوقیت دی ہے اور اس موضوع کو سو رنگ سے باندھا ہے۔ اگرچہ بعض ناقدین کو حسرت کی عشقیہ شاعری پر یہ اعتراض ہے کہ یہ سن بلوغت کی شاعری ہے اور اس میں معنوی تہہ داری اور بے چیدہ استعارتی و علامتی انداز نہیں ہے مگر پھر بھی حسرت کا نام اپنی عاشقانہ شاعری کی وجہ سے اُردو ادب میں زندہ رہے گا۔ آخر میں ہم ایم۔اے حبیب کی ایک رائے نقل کرتے ہیں جس پر ہماری بات فکری حوالے سے مکمل ہو گی:

"مختصر یہ کہ حسرت کی شاعری میں صداقت، توانائی، جذبات نگاری اور سادگی مزاج کی وجہ سے انداز بیان کی جو خصوصیات پیدا ہوئی ہیں وہ فلسفہ و فکر کی گہرائیوں سے محروم ہونے کی باوجود زندہ پائندہ اور حسین ہیں اور وہ چند موضوعات میں محدود ہوتے ہوئے بھی تغزل سے مالا ہیں۔"(79)

حسرت کی شاعری کو فنی حوالے سے پرکھنے سے پہلے ہم فن کی تعریف کرتے ہیں ابو الاعجاز حفیظ صدیقی فن کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

”فن کی ایک ایسی خوبی ہے جس میں صرف اظہار پر اکتفا کرنے کی بجائے حسن اظہار کی شعوری کوشش ہے۔“(80)

شعر کے فنی حوالوں میں علم بیان، علم بدیع کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ حسرت کے بہت زیادہ اشعار میں یہ سب خوبیاں موجود ہیں۔ حسرت اس طرح سے ان خوبیوں کو برتتے ہیں کہ احساس نہیں ہوتا کہ انہوں نے شعوری طور پر۔۔۔ کیا ہے۔

حسرت کے یہاں محاکات نگاری کی مثالیں بہت عمدہ ہیں:

آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن
آیا میرا خیال تو شرما کے رہ گئے (81)

دوپہر کی دھوپ میں مرے بلانے کے لیے
وہ تیرا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے
وقتِ رخصت آگیا اگر وصل کی شب بھی کہیں ذکر
وہ تیرا رو رو کے بھی مجھ کو رلانا یاد ہے
کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونا دفعتاً
اور دوپٹے سے تیرا وہ منہ چھپانا یاد ہے
وقت رخصت الوداع کا لفظ کہنے کے لیے
وہ تیرے سوکھے لبوں کا تھرتھرانا یاد ہے (82)

ان تمام اشعار میں صنعت محاکات نگاری کا استعمال ہوا ہے۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے (83)

اس شعر میں صنعت تضاد استعمال ہوئی ہے۔ صنعت تضاد ایک ایسی صنعت ہے جس میں ایک لفظ کے مقابلے میں دوسرا لفظ متضاد آتا ہے جسے پہلے مصرے میں رات کے مقابلے میں دن آیا ہے۔

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے صحن تمام (84)

اس شعر میں استعارہ استعمال ہوا ہے۔

گاندھی کی طرح بیٹھ کے کیوں کاتیں گے چرخا
لینن کی طرح دیں گے نہ دُنیا کو ہلا ہم (85)

اس شعر میں تلمیح استعمال ہوئی ہے۔

رونق پیراہن ہوئی خوبی جسم نازنیں
اور بھی شوخ ہو گیا رنگ تیرے لباس کا (86)

اس شعر میں صنعت مراعات النظیر استعمال ہوئی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

خود بخود بوئے یار پھیل گئی

کوئی منت کش صبانہ ہوا[87]

اس شعر میں صنعت تجنیس استعمال ہوئی ہے۔

حوالہ جات:

(1) کلیات حسرت موہانی از حسرت،اُردو پبلک لائبریری،لاہور۔2006ء،ص:28

(2) محولہ بالا،ص:43

(3) محولہ بالا،ص:48

(4) محولہ بالا،ص:50

(5) محولہ بالا،ص:61

(6) محولہ بالا،ص:70

(7) محولہ بالا،ص:78

(8) محولہ بالا،ص:67

(9) محولہ بالا،ص:55

(10) محولہ بالا،ص:58

(11) محولہ بالا،ص:63

(12) محولہ بالا،ص:75

(13) محولہ بالا،ص:80

(14) محولہ بالا،ص:83

(15) محولہ بالا،ص:91

(16) محولہ بالا،ص:87

(17) محولہ بالا،ص:95

(18) تاریخ ادبیات مسلمان پاکستان وہند جلد پنجم،از خواجہ محمد زکریا،پنجاب یونیورسٹی،لاہور،
2011ء،ص:328۔

(19) کلیاتِ حسرت موہانی از حسرت موہانی

(20) محولہ بالا،ص:120

(21) محولہ بالا،ص:125

(22) محولہ بالا،ص:127

(23) محولہ بالا،ص:130

(24) نئی اُردو غزل از سرور الہندی،حسرت موہانی کی شاعری،آل احمد سرور،پبلشنگ ہاؤس نیو دہلی،2005ء،ص:120۔

(25) اُردو غزل از فراق گورکھپوری،پبلشنگ ہاؤس نیو دہلی،2000ء،ص:121۔

(26) حسرت موہانی کی شاعری از عبادت بریلوی،مغربی اُردو ترقی بورڈ،1989ء،ص:41۔

(27) محولہ بالا

(28) کلیات حسرت موہانی از حسرت،اُردو پبلک لائبریری لاہور،2006ء،ص:168۔

(29) محولہ بالا،ص:110

(30) محولہ بالا،ص:88

(31) محولہ بالا،ص:141

(32) محولہ بالا،ص:150
(33) محولہ بالا،ص:166
(34) محولہ بالا،ص:170
(35) محولہ بالا،ص:180
(36) محولہ بالا،ص:185
(37) محولہ بالا،ص:110
(38) محولہ بالا،ص:88
(39) محولہ بالا،ص:127
(40) محولہ بالا،ص:130
(41) محولہ بالا،ص:150
(42) محولہ بالا،ص:161
(43) محولہ بالا،ص:181
(44) محولہ بالا،ص:110
(45) محولہ بالا،ص:121
(46) محولہ بالا،ص:183
(47) محولہ بالا،ص:143
(48) محولہ بالا،ص:149
(49) محولہ بالا،ص:152
(50) محولہ بالا،ص:162
(51) محولہ بالا،ص:167
(52) محولہ بالا،ص:187
(53) محولہ بالا،ص:190
(54) اُردو غزل گوئی از فراق گورکھ پوری، نیو پبلشنگ دہلی،2000ء،ص:61۔
(55) کلیات حسرت از حسرت، اُردو پبلشنگ لائبریری، لاہور،2005ء، ص:83۔
(56) اُردو شاعری کی تاریخ، حامد حسن قادری، مغربی پاک اُردو اکیڈمی کراچی،2000ء، ص:171۔
(57) کلیات حسرت از حسرت موہانی، اُردو بک لائبریری، لاہور،2006ء، ص:310
(58) حسرت موہانی کی شاعری از عبادت بریلوی، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی2000ء، ص:210۔
(59) کلیات حسرت از حسرت موہانی، اُردو پبلک لائبریری، لاہور،2000ء، ص:321۔
(60) محولہ بالا،ص: 324
(61) محولہ بالا،ص:325
(62) محولہ بالا،ص:327
(63) اُردو غزل بیسویں صدی میں از نیاز فتح پوری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور،2008ء، ص:327۔
(64) کلیات حسرت، ص:310
(65) محولہ بالا،ص:222

ISSN Online: 2709-7625 Vol.7 No.1 (2024)
ISSN Print: 2709-7617

(66) محولہ بالا،ص:50
(67) محولہ بالا،ص:383
(68) محولہ بالا،ص:389
(69) محولہ بالا،ص:321
(70) محولہ بالا،ص:441
(71) محولہ بالا،ص:450
(72) کلاسیکی شعرا پر تنقیدی مقالات،مرتب:ایم حبیب خان،مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی،لاہور،1988ء،ص:310۔
(73) کلیاتِ حسرت،ص:85
(74) محولہ بالا،ص:89
(75) محولہ بالا،ص:431
(76) محولہ بالا،ص:526
(77) محولہ بالا،ص:531
(78) محولہ بالا،ص:591
(79) کلاسیکی شعرا پر تنقیدی مقالات،ص:213
(80) کشاف تنقیدی اصطلاحات از ابوالاعجاز حفیظ صدیقی،اسلوب،پبلشرز،لاہور،2015ء،ص:381۔
(81) کلیاتِ حسرت،ص:88
(82) کلیاتِ حسرت،ص:110
(83) محولہ بالا،ص:ایضاً
(84) محولہ بالا،ص:120
(85) محولہ بالا،ص:610
(86) محولہ بالا،ص:121
(87) محولہ بالا،ص:310